ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 2972

Program: BS

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

(شعبہ شریعہ، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ)

کورس: اصول تخریج (2972) • سطح: بی ایس (علوم اسلامیہ تخصص شریعہ)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 1 (یونٹ 1 تا 4)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 0

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: تحقیقی خاکہ سازی کا عمل اور اس کی اہمیت (20 نمبر)

سوال نمبر 1۔ تحقیقی خاکہ سازی کے عمل کو واضح کریں اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالیں کہ یہ تحقیقی عمل کو کس طرح سمت فراہم کرتا ہے؟ (20)

تعارف

ہر بڑا اور بامقصد کام شروع کرنے سے پہلے ایک منصوبہ مانگتا ہے۔ مکان بنانے والا معمار پہلے نقشہ تیار کرتا ہے، سفر پر نکلنے والا مسافر پہلے راستہ اور منزل متعین کرتا ہے، اور اسی طرح محقق بھی اصل تحقیق شروع کرنے سے پہلے ایک تحقیقی خاکہ تیار کرتا ہے۔ تحقیقی خاکہ، جسے انگریزی میں Synopsis یا Research Proposal بھی کہا جاتا ہے، تحقیق کا وہ ابتدائی نقشہ ہے جس میں موضوع، مسئلہ، سوالات، مفروضات، طریقۂ کار، ابواب کی ترتیب اور مآخذ کی نشان دہی پیشگی طور پر واضح کر دی جاتی ہے۔ یہ خاکہ محقق کی سوچ کو منتشر ہونے سے بچاتا ہے اور اسے ایک متعین راستے پر گامزن رکھتا ہے۔ اس جواب میں پہلے خاکہ سازی کے عمل کو مرحلہ وار واضح کیا جائے گا، پھر اس کی اہمیت بیان کی جائے گی اور آخر میں یہ سمجھایا جائے گا کہ یہ خاکہ تحقیقی عمل کو کس طرح سمت، ترتیب اور مقصدیت فراہم کرتا ہے۔

تحقیقی خاکہ سے مراد

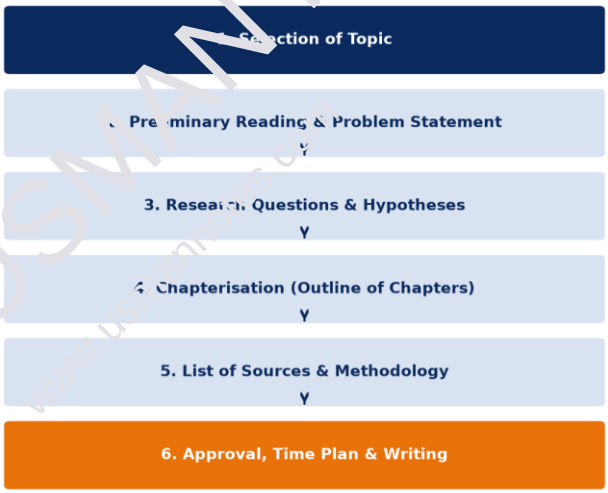
تحقیقی خاکہ دراصل اس سوال کا تحریری جواب ہوتا ہے کہ محقق کیا کرے گا، کیوں کرے گا، کیسے کرے گا اور کتنی مدت میں کرے گا۔ یہ محض عنوانات کی ایک فہرست نہیں ہوتی بلکہ پوری تحقیق کی ایک مختصر مگر جامع تصویر ہوتی ہے۔ اس میں مسئلے کا بیان، سابقہ مطالعات کا مختصر جائزہ، تحقیق کے مقاصد، تحقیقی سوالات یا مفروضات، مواد جمع کرنے کے ذرائع، تجزیے کا طریقہ اور ابواب بندی شامل ہوتی ہے۔ جامعات میں عام طور پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر خاکے کی باقاعدہ منظوری لی جاتی ہے، جبکہ بی ایس اور ایم اے کی اسائنمنٹس اور چھوٹے مقالات میں بھی ذہنی یا تحریری خاکہ سازی کامیابی کی پہلی شرط سمجھی جاتی ہے۔ اچھا خاکہ وہی ہوتا ہے جو پڑھنے والے کو چند صفحات میں پوری تحقیق کا مقصد، دائرہ اور طریقہ سمجھا دے۔

خاکہ سازی کا عمل: مرحلہ وار وضاحت

خاکہ سازی کا عمل کئی مربوط مراحل پر مشتمل ہوتا ہے۔ پہلا مرحلہ موضوع کا انتخاب اور اس کی حدود بندی ہے؛ محقق وسیع میدان میں سے ایک قابل عمل اور محدود موضوع چنتا ہے۔ دوسرا مرحلہ ابتدائی مطالعہ ہے؛ محقق منتخب موضوع پر دستیاب بنیادی کتابیں، مضامین اور سابقہ تحقیقات دیکھتا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ پہلے کیا کام ہو چکا ہے اور

کہاں کمی باقی ہے۔ تیسرا مرحلہ مسئلے کا واضح بیان ہے؛ یعنی وہ خلا، سوال یا دشواری جس کا حل تحقیق پیش کرے گی۔ چوتھا مرحلہ تحقیقی سوالات کی تشکیل اور ضرورت کے مطابق مفروضات کا تعین ہے۔ پانچواں مرحلہ ابواب بندی ہے؛ جس میں مواد کو منطقی ترتیب سے ابواب اور ذیلی عنوانات میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ چھٹا مرحلہ مآخذ کی ابتدائی فہرست اور طریقہ کار کی وضاحت ہے، اور ساتواں مرحلہ وقت کی منصوبہ بندی اور نگران یا متعلقہ کمیٹی سے منظوری ہے۔ ان مراحل کی ترتیب ذیل کی شکل میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

Figure: Steps in Preparing a Research Outline (Synopsis)



A well-made outline gives direction to every later stage of research.

شکل 1: تحقیقی خاکہ سازی کے بنیادی مراحل — موضوع کے انتخاب سے منظوری اور تحریر تک۔

خاکے کے اجزا: ایک جائزہ

خاکے کے اجزا کو سمجھنے سے خاکہ سازی کا عمل مزید واضح ہو جاتا ہے۔ ہر جزا اگلے جز کی بنیاد بنتا ہے: عنوان مسئلے کی طرف اشارہ کرتا ہے، مسئلے سے سوالات نکلتے ہیں، سوالات سے مفروضات اور طریقہ کار متعین ہوتا ہے، اور انہی کی روشنی میں ابواب بنتے ہیں۔ اگر کوئی ایک جز کمزور رہ جائے تو اس کا اثر پوری تحقیق پر پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر

مسئلہ ہی واضح نہ ہو تو سوالات بکھر جاتے ہیں اور مواد غیر متعلق جمع ہونے لگتا ہے۔ اسی لیے خاکہ سازی میں ہر جز کو الگ الگ غور و فکر کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ درج ذیل جدول میں خاکے کے اہم اجزا اور ان کا مقصد خلاصتاً پیش کیا گیا ہے۔

جدول 1: تحقیقی خاکے کے اجزا اور ان کا مقصد

جز	تفصیل / مقصد
عنوان	موضوع کی واضح اور جامع نمائندگی؛ قاری کو پہلی نظر میں تحقیق کا میدان بتاتا ہے۔
مسئلے کا بیان	وہ خلا یا سوال جس کی تحقیق مقصود ہے؛ تحقیق کی ضرورت اور جواز پیش کرتا ہے۔
مقاصد و سوالات	تحقیق کے ہدف اور وہ سوالات جن کے جوابات تلاش کیے جائیں گے۔
مفروضات	آزمائشی بیانات جو تحقیق کی سمت متعین کرتے اور جانچ کے قابل ہوتے ہیں۔
طریقہ کار	مواد جمع کرنے اور تجزیہ کرنے کا طریقہ؛ تحقیق کی سائنسی حیثیت کی بنیاد۔
ابواب بندی	مواد کی منطقی تقسیم؛ تمہید سے نتائج تک ترتیب کو ظاہر کرتی ہے۔
فہرست مآخذ	بنیادی و ثانوی مآخذ کی ابتدائی فہرست؛ مواد کی دستیابی کا ثبوت۔

خاکے کی اہمیت

خاکے کی اہمیت کئی پہلوؤں سے ظاہر ہوتی ہے۔ اولاً، خاکہ محقق کو غور و فکر پر مجبور کرتا ہے؛ تحریر سے پہلے سوچنا پڑتا ہے، اس لیے کمزوریاں ابتدا میں ہی سامنے آ جاتی ہیں جب ان کی اصلاح آسان ہوتی ہے۔ ثانیاً، خاکہ نگران اور محقق کے درمیان مشترکہ فہم پیدا کرتا ہے؛ دونوں ایک ہی منصوبے کو دیکھ کر بات کرتے ہیں، غلط فہمیاں کم ہوتی ہیں۔ ثالثاً، خاکہ وسائل کی منصوبہ بندی میں مدد دیتا ہے؛ کن کتاب خانوں سے رجوع ہو گا، کتنا وقت کس باب کو ملے گا اور کس مرحلے پر کیا موانع آ سکتے ہیں، یہ سب پیشگی سوچا جا سکتا

ہے۔ رابعاً، خاکہ تحقیق کو موضوع سے بھٹکنے سے روکتا ہے؛ جب بھی محقق منتشر مواد کی طرف مائل ہو، خاکہ اسے یاد دلاتا ہے کہ اصل سوال کیا تھا۔ خامساً، خاکے کی بنیاد پر تحقیق کی قدر و قیمت کا ابتدائی اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آیا موضوع قابل عمل ہے یا اس میں ترمیم ضروری ہے۔

خاکہ تحقیقی عمل کو سمت کیسے فراہم کرتا ہے؟

سمت فراہم کرنا خاکے کا سب سے بنیادی کام ہے اور یہ کام کئی طریقوں سے انجام پاتا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ خاکہ آغاز اور اختتام دونوں کو واضح کر دیتا ہے؛ محقق جانتا ہے کہ اسے کہاں سے شروع کرنا ہے اور کس نتیجے کی طرف بڑھنا ہے، اس لیے درمیانی مراحل خود بخود متعین ہو جاتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ خاکہ ہر باب اور ہر عنوان کو مرکزی سوال سے جوڑ دیتا ہے؛ کوئی باب بے مقصد نہیں رہتا اور کوئی ضروری پہلو چھوٹتا نہیں۔ تیسری بات وقت اور محنت کی درست تقسیم ہے؛ خاکہ بتاتا ہے کہ کس حصے کو کتنی اہمیت دینی ہے، یوں تمہیدی باتوں میں وقت ضائع نہیں ہوتا اور اصل مباحث دب نہیں جاتے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ خاکہ جائزے کا معیار فراہم کرتا ہے؛ ہر مرحلے پر محقق پوچھ سکتا ہے کہ آیا لکھا گیا مواد خاکے کے مطابق ہے یا نہیں۔ پانچویں بات یہ ہے کہ مشکل یا تعطل کی صورت میں خاکہ متبادل راستہ سوچنے میں مدد دیتا ہے، کیونکہ پورا نقشہ سامنے ہوتا ہے۔ یوں خاکہ محض ایک انتظامی دستاویز نہیں بلکہ تحقیق کا رہنما اصول بن جاتا ہے۔

ناقص خاکے کے نقصانات اور احتیاطیں

جس طرح اچھا خاکہ تحقیق کو سنوارتا ہے، اسی طرح عجلت میں بنایا گیا ناقص خاکہ نقصان دیتا ہے۔ ناقص خاکے میں موضوع بہت وسیع رہتا ہے، سوالات غیر واضح ہوتے ہیں، ابواب میں تکرار آ جاتی ہے اور مآخذ فرضی لکھ دیے جاتے ہیں جو بعد میں دستیاب نہیں ہوتے۔ ایسی تحقیق درمیان میں رک جاتی ہے یا اسے بار بار از سر نو لکھنا پڑتا ہے۔ اس لیے چند احتیاطیں ضروری ہیں: موضوع کو ابتدا میں ہی محدود رکھیں، ہر باب کا ایک مرکزی نکتہ متعین کریں، مآخذ وہی لکھیں جن کی دستیابی یقینی ہو، وقت کی منصوبہ بندی میں غیر متوقع تاخیر کی گنجائش رکھیں، اور یہ بھی یاد رکھیں کہ خاکہ حتمی زنجیر نہیں ہوتا؛ تحقیق کے دوران معقول وجہ سے اس میں ترمیم ہو سکتی ہے، مگر ترمیم سوچ سمجھ کر اور نگران کے علم میں لا کر کی جائے۔ لچک اور نظم کا یہی توازن خاکہ سازی کا حسن ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ تحقیقی خاکہ سازی تحقیق کا ابتدائی مگر فیصلہ کن مرحلہ ہے۔ موضوع کے انتخاب سے ابواب بندی اور مآخذ کی فہرست تک ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھایا جاتا ہے۔ خاکہ محقق کو مقصد عطا کرتا ہے، مواد کو ترتیب دیتا ہے، وقت اور وسائل کی بچت کرتا ہے اور سب سے بڑھ کر تحقیقی عمل کو مسلسل سمت فراہم کرتا ہے۔ جس تحقیق کا خاکہ مضبوط ہو، اس کی تحریر رواں، اس کا استدلال منظم اور اس کے نتائج قابلِ اعتبار ہوتے ہیں؛ اور جس تحقیق میں خاکہ سازی کو نظر انداز کر دیا جائے، وہ اچھے مواد کے باوجود بکھری ہوئی اور غیر مؤثر رہ جاتی ہے۔ اس لیے ہر سنجیدہ محقق کو چاہیے کہ اصل تحریر سے پہلے خاکے پر پوری توجہ اور وقت صرف کرے۔

سوال نمبر 2: علمی تحقیق کے اغراض و مقاصد اور علم میں اضافے کا کردار (20 نمبر)

سوال نمبر 2۔ علمی تحقیق کے اغراض و مقاصد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تجزیہ کریں کہ تحقیق علم میں اضافہ اور نئی جہات پیدا کرنے میں کس طرح کردار ادا کرتی ہے؟ (20)

تعارف

انسان فطرتاً جستجو کرنے والا ہے۔ نامعلوم کو معلوم کرنے، پوشیدہ کو ظاہر کرنے اور مسائل کا حل تلاش کرنے کی یہی خواہش علمی تحقیق کی بنیاد ہے۔ تحقیق محض معلومات جمع کرنے کا نام نہیں؛ یہ ایک منظم، تنقیدی اور مقصدی عمل ہے جس کے ذریعے حقائق دریافت ہوتے، نظریات پرکھے جاتے اور علم کی سرحدیں آگے بڑھتی ہیں۔ ہر دور کی علمی ترقی دراصل پچھلی تحقیقات پر کھڑی ہوتی ہے۔ اس جواب میں پہلے علمی تحقیق کے اغراض و مقاصد بیان کیے جائیں گے، پھر تجزیہ پیش کیا جائے گا کہ تحقیق کس طرح موجودہ علم میں اضافہ کرتی ہے اور کس طرح سوچ کی نئی جہات اور نئے سوالات پیدا کرتی ہے، جس سے علم کا سفر کبھی رکتا نہیں بلکہ مسلسل جاری رہتا ہے۔

علمی تحقیق کے اغراض و مقاصد

علمی تحقیق کے اغراض و مقاصد کو کئی عنوانات کے تحت بیان کیا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلا مقصد حقائق کی دریافت ہے؛ وہ باتیں جو ابھی تک معلوم نہیں یا جن کے بارے میں شک و شبہ ہے، تحقیق انہیں دلیل کی روشنی میں واضح کرتی ہے۔ دوسرا مقصد موجودہ علم کی تصدیق، تصحیح اور تنقیح ہے؛ پرانے نظریات اور روایات کو نئے شواہد پر پرکھا جاتا ہے۔ تیسرا مقصد عملی مسائل کا حل ہے؛ تعلیم، صحت، معاشرے اور دین رہنمائی کے مسائل تحقیق ہی سے بہتر طور پر حل ہوتے ہیں۔ چوتھا مقصد اصول و قوانین کی تشکیل اور نظریات کی توسیع ہے۔ پانچواں مقصد پیش گوئی اور منصوبہ بندی کی صلاحیت پیدا کرنا ہے، یعنی ماضی و حال کے مطالعے سے مستقبل کے لیے رہنمائی حاصل کرنا۔ ان مقاصد کی تکمیل ہی سے تحقیق اپنی قدر پاتی ہے اور محض رسمی کارروائی نہیں رہتی۔

جدول 1: تحقیق کے مقاصد اور ان کی نوعیت

نوعیت و مثال	مقصد
نامعلوم حقائق اور نئے مواد کو سامنے لانا، مثلاً کسی مخطوطے کی دریافت و اشاعت۔	دریافت
موجودہ معلومات کو شواہد پر پرکھنا اور غلطیوں کی اصلاح کرنا۔	تصدیق و تصحیح
عملی مشکلات کا جائزہ لے کر قابلِ عمل حل تجویز کرنا۔	مسائل کا حل
بکھرے حقائق کو جوڑ کر اصول اور ضابطے مرتب کرنا۔	نظریہ سازی
کسی معلوم موضوع کے نئے پہلوؤں کو اجاگر کرنا اور فہم کو گہرا کرنا۔	توسیع و گہرائی

تحقیق علم میں اضافہ کیسے کرتی ہے؟

تحقیق علم میں اضافہ کئی صورتوں سے کرتی ہے۔ پہلی صورت نئے حقائق کی دریافت ہے؛ جب محقق کسی نئے ماخذ، دستاویز یا مشاہدے تک پہنچتا ہے تو علم کے ذخیرے میں ایک حقیقی اضافہ ہو جاتا ہے۔ دوسری صورت پرانے [illegible] کی تشریح ہے؛ ایک ہی متن یا واقعہ کو نئے تناظر میں پڑھنے سے وہ مفاہیم سامنے آتے ہیں جو پہلے نظر سے اوجھل تھے۔ تیسری صورت غلطیوں کی اصلاح ہے؛ بعض اوقات نسلوں سے نقل ہوتی ہوئی [illegible] معلومات تحقیق کی وجہ سے درست ہو جاتی ہیں، اور یہ بھی علم میں اضافے ہی کی ایک صورت ہے کیونکہ غلط کا ہٹ جانا درست کی جگہ بناتا ہے۔ چوتھی صورت بکھرے ہوئے [illegible] کی ترتیب و تدوین ہے؛ الگ الگ جگہ موجود معلومات جب ایک نظام میں آ جاتی ہیں تو ان سے نئے نتائج نکلتے ہیں۔ پانچویں صورت پیمائش اور تجربے سے حاصل ہونے والا اضافہ ہے، جس میں اندازے کی جگہ یقینی اعداد و شواہد لے لیتے ہیں۔ اس عمل کی سادہ تصویر ذیل کی شکل میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

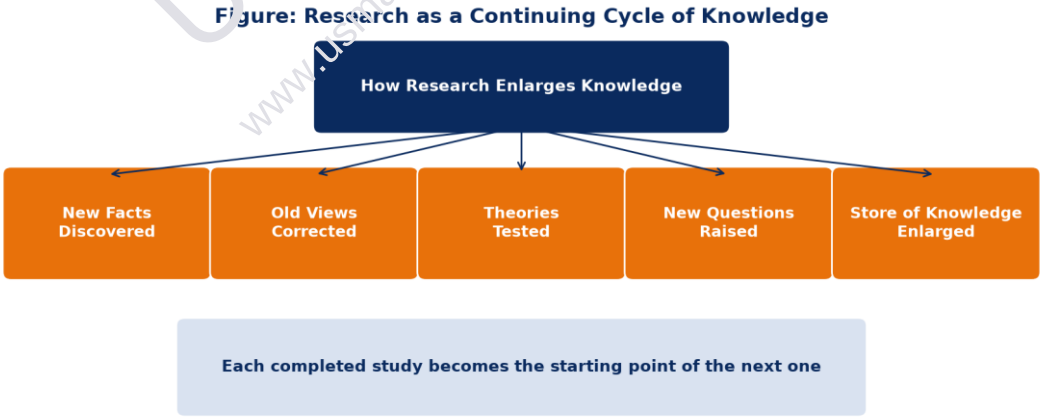


Figure: Research as a Continuing Cycle of Knowledge

شکل 1: تحقیق کے ذریعے علم میں اضافے کا چکر — دریافت، تصحیح، جانچ اور نئے سوالات۔

تحقیق نئی جہات کیسے پیدا کرتی ہے؟

تحقیق کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ وہ جوابات کے ساتھ ساتھ نئے سوالات بھی پیدا کرتی ہے، اور یہی نئے سوالات علم کی نئی جہات کھولتے ہیں۔ جب کوئی مفروضہ جانچا جاتا ہے تو بعض اوقات ایسے ضمنی حقائق سامنے آتے ہیں جن کی طرف پہلے دھیان نہیں گیا تھا؛ وہی ضمنی حقائق ایک نئے موضوع کی بنیاد بن جاتے ہیں۔ اسی طرح ایک علم کی تحقیق

دوسرے علم کو متاثر کرتی ہے؛ تاریخ کی تحقیق فقہ کو، لسانیات کی تحقیق تفسیر کو اور سماجی علوم کی تحقیق تعلیم کو نئی روشنی دیتی ہے، یوں بین الکلیاتی مطالعہ وجود میں آتا ہے۔ دور جدید میں نئی ٹیکنالوجی اور نئے سماجی حالات نے بھی تحقیق کے سامنے بالکل نئے میدان کھول دیے ہیں، جیسے برقی ذرائع سے مخطوطات تک رسائی نے متنی تحقیق کا نقشہ بدل دیا ہے۔ یہ کہنا درست ہو گا کہ مکمل تحقیق وہ نہیں جو تمام دروازے بند کر دے، بلکہ وہ ہے جو قاری کے ذہن میں اگلے سوالات کی ایک صحت مند بے چینی پیدا کر دے۔

اسلامی علوم میں اس کردار کی مثالیں

اسلامی علمی روایت تحقیق کے اس کردار کی روشن مثالوں سے بھری ہوئی ہے۔ محدثین نے اسماء الرجال اور جرح و تعدیل کا باقاعدہ علم مرتب کر کے روایات کی جانچ کا ایسا نظام قائم کیا جس نے حدیث کے ذخیرے کو محفوظ بھی کیا اور اس میں مسلسل اضافہ بھی ہوتا رہا۔ مفسرین نے ہر دور میں قرآن فہمی کے نئے پہلو اجاگر کیے، فقہاء نے نئے پیش آمدہ مسائل پر تحقیق کر کے فقہ کو زندہ اور قابل عمل رکھا، اور شارحین نے مشکل متون کی نئی تشریحات سے علم کو آگے بڑھایا۔ ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تحقیق صرف کتابیں بڑھانے کا نام نہیں؛ اس سے علم کی حفاظت، اس کی تصحیح اور اس کی عصری افادیت تینوں حاصل ہوتی ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ نیا اضافہ ہمیشہ پرانی بنیاد کی قدر و احترام کے ساتھ ہوتا ہے، نہ کہ اسے رد کر کے۔ یہ توازن علمی تحقیق کی روح ہے۔

تنقیدی جائزہ: اضافہ کب حقیقی ہوتا ہے؟

ہر تحریر کو علم میں اضافہ نہیں کہا جا سکتا۔ حقیقی اضافہ وہی ہے جو تین شرائط پوری کرے: مسئلہ حقیقی اور واضح ہو، طریقہ کار مستند اور شفاف ہو، اور نتیجہ شواہد پر قائم ہو کر آگے کی تحقیق کے لیے قابل استعمال ہو۔ محض پرانی باتوں کو نئے الفاظ میں دہرا دینا، بے حوالہ دعوے کرنا یا غیر متعلق مواد جمع کر دینا علم میں اضافہ نہیں بلکہ کاغذ میں اضافہ ہے۔ اسی طرح تحقیق کی نئی جہت بھی وہی معتبر ہوتی ہے جو دلیل سے کھلے نہ کہ محض جدت پسندی سے۔ محقق کو چاہیے کہ وہ اپنے نتائج کے حدود خود بھی بیان کرے اور یہ بھی ظاہر کرے کہ کس نکتے پر مزید تحقیق کی گنجائش باقی ہے۔ ایسی دیانت داری ہی سے تحقیق کا سلسلہ نسل در نسل آگے بڑھتا ہے اور علم اجتماعی امانت بن کر محفوظ رہتا ہے۔

نتیجہ

حاصل یہ ہے کہ علمی تحقیق کے اغراض و مقاصد دریافت، تصدیق و تصحیح، مسائل کے حل اور نظریہ سازی جیسے بنیادی امور پر مشتمل ہیں۔ انہی مقاصد کی بدولت تحقیق نئے حقائق سامنے لا کر، پرانی غلطیاں دور کر کے اور بکھرے مواد کو نظام میں لا کر علم کے ذخیرے میں حقیقی اضافہ کرتی ہے۔ اس کے ساتھ تحقیق نئے سوالات، نئے زاویے اور نئے میدان پیدا کر کے سوچ کی نئی جہات بھی کھولتی ہے۔ اسلامی علمی روایت اس کی بہترین گواہ ہے کہ جہاں تحقیق زندہ رہی، وہاں علم بھی محفوظ رہا اور بڑھتا بھی رہا۔ اس لیے طلبہ کو تحقیق کو محض ڈگری کی شرط سمجھنے کے بجائے علم کی خدمت اور اضافے کا ذریعہ سمجھ کر اختیار کرنا چاہیے۔

سوال نمبر 3: تحقیق کے بنیادی عناصر اور تحقیق کی ساکھ (20 نمبر)

سوال نمبر 3۔ تحقیق کے بنیادی عناصر کی تشریح کریں اور وضاحت کریں کہ یہ عناصر کسی تحقیق کی ساکھ کو کیسے مضبوط بناتے ہیں؟ (20)

تعارف

کسی بھی عمارت کی مضبوطی اس کے ستونوں سے پہچانی جاتی ہے؛ اگر ستون مضبوط ہوں تو عمارت قائم رہتی ہے اور اگر کوئی ستون کمزور ہو تو پوری عمارت خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ علمی تحقیق کا معاملہ بھی یہی ہے۔ تحقیق چند باہم مربوط عناصر سے مل کر بنتی ہے: محقق، مسئلہ اور تحقیقی سوالات، مفروضات، طریقہ کار، مآخذ و مواد، تجزیہ و استدلال، نتائج اور حوالہ جات۔ ان میں سے ہر عنصر کا اپنا کردار ہے اور تحقیق کی ساکھ انہی عناصر کے مجموعی معیار سے بنتی ہے۔ اس جواب میں پہلے ان بنیادی عناصر کی ایک ایک کر کے تشریح کی جائے گی، پھر وضاحت کی جائے گی کہ یہ عناصر مل کر تحقیق کی اعتبار پذیری اور ساکھ کو کس طرح مضبوط بناتے ہیں، اور آخر میں کسی عنصر کی کمزوری کے اثرات پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔

پہلا عنصر: محقق اور اس کی اہلیت

تحقیق کا سب سے پہلا اور زندہ عنصر خود محقق ہے۔ محقق کی علمی اہلیت، موضوع سے واقفیت، دیانت داری اور صبر و تحمل تحقیق کے معیار کا تعین کرتے ہیں۔ اچھا محقق وہ ہے جو خوش فہمی اور تعصب سے پاک ہو کر شواہد کی پیروی کرے، جہاں دلیل لے جائے وہاں جائے، خواہ نتیجہ اس کی ابتدائی رائے کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے علاوہ محقق میں اپنے کام کی کمزوریاں تسلیم کرنے کی ہمت بھی ہونی چاہیے۔ اسلامی علمی روایت میں محدثین اور فقہاء کی سیرت اس کی بہترین مثال ہے کہ انہوں نے روایت و درایت میں سخت احتیاط برتی اور یہی احتیاط ان کے کام کی ساکھ بنی۔ لہٰذا محقق کی تربیت اور اخلاقی دیانت کو تحقیق کا رکن اول سمجھا جاتا ہے۔

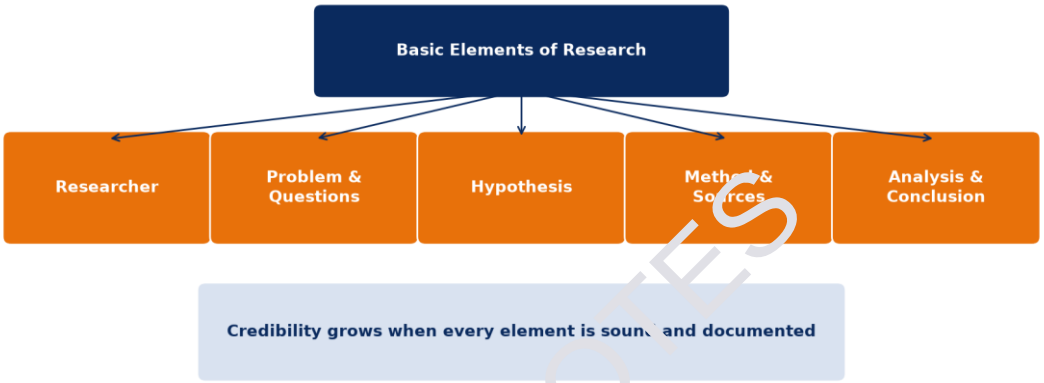
دوسرا اور تیسرا عنصر: مسئلہ، سوالات اور مفروضات

دوسرا بنیادی عنصر مسئلہ ہے؛ وہ واضح سوال یا خلا جس کے حل کے لیے تحقیق کی جا رہی ہے۔ مسئلہ واضح نہ ہو تو تحقیق سمت سے غیر سفر بن جاتی ہے۔ مسئلے ہی سے تحقیقی سوالات جنم لیتے ہیں، جو بڑے مسئلے کو قابل عمل حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ تیسرا عنصر مفروضہ ہے، یعنی تحقیق سے پہلے قائم کیا گیا وہ آزمائشی بیان جسے شواہد کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے۔ تمام اقسام کی تحقیق میں مفروضے کی ایک ہی صورت نہیں ہوتی؛ وصفی اور تاریخی تحقیق میں مفروضے کے بجائے رہنما سوالات زیادہ کارآمد ہوتے ہیں، جبکہ تجرباتی تحقیق میں مفروضہ لازمی حیثیت رکھتا ہے۔ مسئلے، سوالات اور مفروضے کا باہمی ربط تحقیق کو آغازی مربوط ڈھانچہ دیتا ہے، جس کے بغیر بعد کے مراحل منتشر رہتے ہیں۔

چوتھا اور پانچواں عنصر: طریقہ کار اور مآخذ و مواد

چوتھا عنصر طریقہ کار ہے، یعنی مواد جمع کرنے، اسے پرکھنے اور اس سے نتیجہ نکالنے کا وہ نظام جسے محقق اختیار کرتا ہے: تاریخی، وصفی، تجزیاتی، تقابلی یا تجرباتی وغیرہ۔ طریقہ کار کا موضوع اور سوالات سے ہم آہنگ ہونا ضروری ہے؛ مخطوطے کے مطالعے کا طریقہ میدانی سروے سے مختلف ہو گا۔ پانچواں عنصر مآخذ و مواد ہے۔ مواد کی اصالت، مقدار اور متعلق ہونا تحقیق کی جان ہے۔ بنیادی مآخذ کو ترجیح، ثانوی مآخذ کا تنقیدی استعمال اور ہر معلومات کا حوالہ، یہ تینوں باتیں مواد کو قابل اعتبار بناتی ہیں۔ ذیل کی شکل میں ان عناصر کا باہمی تعلق ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

Figure: The Interlocking Elements of a Research Work



شکل 1: تحقیق کے بنیادی عناصر — محقق سے نتائج تک ہر عنصر اگلے عنصر سے جڑا ہوا ہے۔

جدول 1: تحقیق کے عناصر اور ان کا کردار

عنصر	کردار
محقق	منصوبہ بندی، تلاش، جانچ اور تحریر کا ذمہ دار؛ دیانت اور اہلیت اس کی پہچان ہے۔
مسئلہ و سوالات	تحقیق کی سمت اور حدود متعین کرتے ہیں۔
مفروضات	آزمائشی رہنمائی فراہم کرتے ہیں جنہیں شواہد پر پرکھا جاتا ہے۔
طریقہ کار	مواد جمع کرنے اور تجزیے کا منظم نظام مہیا کرتا ہے۔
مآخذ و مواد	استدلال کی خام بنیاد؛ اصالت اس کی شرط اول ہے۔
تجزیہ و نتائج	مواد سے معنی نکالنا اور سوالات کے جوابات پیش کرنا۔
حوالہ جات	ہر دعوے کی دستاویزی تصدیق اور قاری کو اصل ماخذ تک رسائی۔

چھٹا اور ساتواں عنصر: تجزیہ، نتائج اور حوالہ جات

چھٹا عنصر تجزیہ واستدلال ہے۔ مواد کا جمع ہو جانا تحقیق نہیں؛ اصل فن اس مواد کو ترتیب دینا، اس کے حصوں کا تقابل کرنا، اسباب و نتائج کا تعلق سمجھنا اور سوالات کی روشنی میں نتیجہ اخذ کرنا ہے۔ تجزیہ کمزور ہو تو قیمتی مواد بھی بے ثمر رہتا ہے۔ ساتواں عنصر نتائج اور حوالہ جات ہیں۔ نتائج وہ حاصلات ہیں جو سوالات کے جواب میں واضح اور مختصر انداز میں پیش کیے جاتے ہیں، جبکہ حوالہ جات ہر دعوے کی پشت پناہی کرتے ہیں اور قاری کو اصل ماخذ تک پہنچنے کا راستہ دیتے ہیں۔ نتائج میں دعوے اور شواہد کا توازن ضروری ہے؛ شواہد سے بڑے دعوے تحقیق کو کمزور کر دیتے ہیں۔ اسی طرح سفارشات اور آئندہ تحقیق کی تجاویز نتائج کو عملی افادیت دیتی ہیں۔

یہ عناصر تحقیق کی ساکھ کو کیسے مضبوط بناتے ہیں؟

اب مرکزی نکتے کی طرف آتے ہیں کہ یہ عناصر ساکھ کو مضبوط کیسے بناتے ہیں۔ ساکھ سے مراد قارئین، ماہرین اور علمی اداروں کا وہ اعتماد ہے جو وہ کسی تحقیق پر کرتے ہیں۔ یہ اعتماد تین صورتوں سے پیدا ہوتا ہے۔ اول، شفافیت: جب مسئلہ، طریقہ کار اور ماخذ واضح بیان کیے گئے ہوں تو کوئی بھی ماہر اس عمل کو دہرا کر یا پرکھ کر اطمینان کر سکتا ہے۔ دوم، ہم آہنگی: جب سوالات، مفروضات، مواد اور نتائج ایک دوسرے سے منطقی طور پر جڑے ہوں تو تحریر میں انتشار نہیں رہتا اور دلیل قاری کو قائل کرتی ہے۔ سوم، دستاویزی تصدیق: درست حوالہ جات ہر اہم بات کو اس کے اصل ماخذ سے جوڑ دیتے ہیں، جس سے سرقے اور بے بنیاد دعوے کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ ان تینوں صورتوں کا مجموعہ ہی تحقیق کی ساکھ ہے۔ ساکھ ایک دن میں نہیں بنتی؛ ہر عنصر کی مضبوطی اس میں حصہ ڈالتی ہے، اور محقق کی سابقہ کارکردگی بھی اس میں کردار ادا کرتی ہے۔

کسی ایک عنصر کی کمزوری کا اثر

یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ عناصر کی یہ زنجیر اپنے سب سے کمزور حلقے جتنی ہی مضبوط ہوتی ہے۔ اگر مواد مستند ہو مگر تجزیہ سطحی ہو تو نتیجہ کمزور رہے گا۔ اگر تجزیہ عمدہ ہو مگر ماخذ غیر مستند ہوں تو پوری دلیل مشکوک ہو جائے گی۔ اگر مسئلہ واضح ہو، مواد بھی اچھا ہو، مگر حوالہ جات ناقص ہوں تو قاری تصدیق نہیں کر سکے گا اور اعتماد مجروح ہو گا۔ اسی

طرح اگر محقق جلد بازی یا تعصب کا شکار ہو تو باقی عناصر کی خوبی بھی ضائع ہو سکتی ہے۔ اس تجزیے سے یہ سبق ملتا ہے کہ محقق کو اپنی تحقیق کا خود پہلا نقاد ہونا چاہیے؛ ہر عنصر کو الگ الگ پرکھے، کمزور پہلو کی اصلاح کرے اور پھر تحریر کو حتمی شکل دے۔ نگران کی رہنمائی اور ہم مرتبہ ماہرین کی آراء بھی اسی اصلاحی عمل کا حصہ ہیں۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ تحقیق محقق، مسئلے و سوالات، مفروضات، طریقہ کار، مآخذ و مواد، تجزیے و نتائج اور حوالہ جات جیسے بنیادی عناصر کے اشتراک سے وجود میں آتی ہے۔ یہ عناصر الگ الگ خانے نہیں بلکہ ایک زندہ نظام کے حصے ہیں؛ ایک کا معیار دوسرے کو متاثر کرتا ہے۔ جب یہ تمام عناصر اپنی جگہ مضبوط ہوں تو تحقیق شفاف، مربوط اور دستاویزی طور پر قابل تصدیق بن جاتی ہے، اور یہی اوصاف اس کی ساکھ کو قائم اور مضبوط کرتے ہیں۔ اس کے برعکس، ایک عنصر کی کمزوری پوری تحقیق کے اعتماد کو گھٹا دیتی ہے۔ لہٰذا طالب علم کو چاہیے کہ وہ تحقیق کے ہر مرحلے میں ان عناصر کو شعوری طور پر سامنے رکھے، تاکہ اس کا کام محض ایک اسائنمنٹ نہ رہے بلکہ قابل اعتماد علمی کاوش بن سکے۔

سوال نمبر 4: موضوعِ تحقیق کے انتخاب کے مراحل اور مؤثر خاکے کا کردار (20 نمبر)

سوال نمبر 4۔ موضوعِ تحقیق کے انتخاب کے مراحل کو بیان کریں اور وضاحت کریں کہ ایک مؤثر خاکہ کس طرح تحقیق کو منظم کرتا ہے؟ (20)

تعارف

تحقیق کی کامیابی کا پہلا اور شاید سب سے اہم فیصلہ موضوع کا انتخاب ہے۔ اچھا موضوع نصف تحقیق سمجھا جاتا ہے، کیونکہ اسی سے مسائل، مآخذ اور طریقہ کار کی صورتیں متعین ہوتی ہیں۔ بہت سی تحقیقات محض اس لیے ناکام یا کمزور رہتی ہیں کہ موضوع یا تو حد سے وسیع چنا گیا، یا ایسا موضوع لے لیا گیا جس کا مواد دستیاب ہی نہیں تھا، یا محقق کی دلچسپی اور استعداد سے اس کا تعلق ہی نہیں تھا۔ اس لیے موضوع کا انتخاب جذبات یا نقل سے نہیں بلکہ باقاعدہ مراحل سے گزر کر، سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے۔ اس جواب میں پہلے موضوع

کے انتخاب کے مراحل تفصیل سے بیان کیے جائیں گے، پھر اچھے موضوع کے معیارات پر روشنی ڈالی جائے گی، اور آخر میں وضاحت کی جائے گی کہ ایک مؤثر تحقیقی خاکہ منتخب موضوع پر ہونے والی تحقیق کو کس طرح منظم، بامقصد اور قابل عمل بناتا ہے۔

مرحلہ 1 تا 3: دلچسپی، ابتدائی مطالعہ اور مسئلے کی نشاندہی

موضوع کے انتخاب کا پہلا مرحلہ محقق کی دلچسپی اور استعداد کا جائزہ ہے۔ تحقیق طویل اور صبر آزما عمل ہے؛ جس موضوع میں دلچسپی نہ ہو وہ درمیان میں بوجھ بن جاتا ہے۔ زبان دانی، سابقہ تعلیم اور پس منظر بھی اسی مرحلے میں دیکھے جاتے ہیں۔ دوسرا مرحلہ ابتدائی مطالعہ ہے؛ محقق اپنے دلچسپی کے میدان کی بنیادی کتابیں، انسائیکلوپیڈیا، مجلات اور سابقہ مقالات دیکھتا ہے۔ اس مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ کہاں کام ہو چکا ہے، کن پہلوؤں پر کم کام ہوا ہے اور کہاں واقعی خلا موجود ہے۔ تیسرا مرحلہ مسئلے کی نشاندہی ہے؛ وسیع میدان میں سے ایک مخصوص مسئلہ الگ کیا جاتا ہے، مثلاً کسی کتاب کے مخطوطات کا تقابلی جائزہ، کسی نظریے کا عصری تطبیق یا کسی مسئلے کے بارے میں مختلف آراء کا مطالعہ۔ مسئلہ جتنا نپا تلا ہو گا، آئندہ مراحل اتنے ہی آسان ہوں گے۔

مرحلہ 4 تا 6: حدود بندی، امکان پذیری کا جائزہ اور عنوان سازی

چوتھا مرحلہ حدود بندی ہے۔ ہر مسئلے کو زمان، مکان، افراد یا مواد کی حد مقرر کر کے قابل عمل بنایا جاتا ہے؛ غیر محدود موضوع دراصل موضوع ہی نہیں ہوتا۔ پانچواں مرحلہ امکان پذیری کا جائزہ ہے، جس میں تین سوالات پوچھے جاتے ہیں: کیا مواد اور مآخذ واقعی دستیاب ہیں؟ کیا مقررہ مدت میں یہ کام مکمل ہو سکتا ہے؟ اور کیا محقق کے پاس اس موضوع کے لیے ضروری مہارت اور سہولتیں موجود ہیں؟ اگر کسی سوال کا جواب منفی ہو تو موضوع میں ترمیم یا تبدیلی دانش مندی ہے۔ چھٹا مرحلہ عنوان سازی ہے؛ موضوع کو مختصر، واضح اور جامع الفاظ میں باندھا جاتا ہے۔ اچھا عنوان نہ بہت طویل ہوتا ہے نہ مبہم؛ پڑھنے والے کو فوراً بتا دیتا ہے کہ تحقیق کس بارے میں ہے۔ بعض اوقات نگران یا شعبے سے مشورہ اور منظوری بھی اسی سلسلے کا آخری مرحلہ ہوتا ہے۔

جدول 1: اچھے موضوع کے معیارات

معیار	وضاحت
دلچسپی و مناسبت	موضوع محقق کی دلچسپی، تعلیم اور استعداد سے ہم آہنگ ہو۔
وضاحت و تحدید	موضوع محدود، واضح اور ایک مسئلے پر مرکوز ہو۔
مواد کی دستیابی	بنیادی و ثانوی مآخذ تک واقعی رسائی ممکن ہو۔
قابل عمل ہونا	مقررہ وقت اور وسائل میں تکمیل ممکن ہو۔
اصالت و افادیت	موضوع میں نیا پن یا نئی تشریح کی گنجائش اور علمی یا عملی فائدہ ہو۔
اخلاقی مناسبت	موضوع کسی کی دل آزاری، فتنے یا غیر قانونی عمل کا سبب نہ بنے۔

مؤثر خاکہ تحقیق کو کس طرح منظم کرتا ہے؟

موضوع منتخب ہو جانے کے بعد دوسرا اہم کام مؤثر خاکہ تیار کرنا ہے۔ خاکہ تحقیق کو منظم کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور اس کی تنظیم کئی جہات سے ظاہر ہوتی ہے۔ پہلی جہت ترتیب ہے: خاکہ مواد کو تمہید سے لے کر نتائج تک منطقی سلسلے میں رکھتا ہے؛ ہر باب پچھلے باب پر کھڑا ہوتا ہے اور اگلے کی تیاری کرتا ہے۔ دوسری جہت تناسب ہے: خاکہ ہر حصے کا وزن متعین کرتا ہے، یوں مرکزی بحث کو مناسب جگہ ملتی ہے اور ثانوی باتیں حاوی نہیں ہوتیں۔ تیسری جہت شمولیت کی حفاظت ہے: خاکے میں ہر تحقیقی سوال کے مقابل کوئی باب یا عنوان رکھا جاتا ہے، اس لیے کوئی سوال جواب سے محروم نہیں رہتا۔ چوتھی جہت وقتی تنظیم ہے: مراحل کی تقسیم سے محقق جانتا ہے کہ کس ہفتے کیا کرنا ہے۔ پانچویں جہت جانچ کی سہولت ہے: نگران خاکے کی روشنی میں آسانی سے دیکھ سکتا ہے کہ تحریر منصوبے کے مطابق آگے بڑھ رہی ہے یا نہیں۔

ایک عملی مثال سے وضاحت

اس نکتے کو ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ فرض کریں ایک طالب علم کا موضوع ہے: کسی معروف شرح کے منتخب ابواب میں استدلال کا اسلوب۔ اگر وہ بغیر خاکے کے پڑھنا اور لکھنا شروع کر دے تو غالباً وہ متن کا خلاصہ لکھتا چلا جائے گا، کہیں تکرار ہو گی اور کہیں اصل سوال یعنی استدلال کے اسلوب پر بحث ہی نہیں آئے گی۔ اس کے برعکس اگر پہلے خاکہ بنا لیا جائے جس میں باب اول مصنف اور کتاب کے تعارف، باب دوم استدلال کی اقسام، باب سوم منتخب ابواب کا تجزیہ، باب چہارم اسلوب کی خصوصیات و اثرات اور آخر میں نتائج کے لیے مخصوص ہوں، تو ہر مرحلے کا کام واضح ہو جاتا ہے: پڑھائی اسی تقسیم کے مطابق ہو گی، نوٹس بھی اسی ترتیب سے بنیں گے اور تحریر کے وقت مواد تلاش نہیں کرنا پڑے گا۔ یہی فرق منظم اور غیر منظم تحقیق کے درمیان ہوتا ہے، اور یہ فرق خاکے ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

عام غلطیاں اور ان سے بچاؤ

موضوع کے انتخاب اور خاکہ سازی میں چند عام غلطیاں ہوتی ہیں جن سے بچنا چاہیے۔ پہلی غلطی دوسروں کی نقل میں موضوع چن لینا ہے، خواہ اپنی دلچسپی اس میں ہو یا نہ ہو۔ دوسری غلطی موضوع کو اتنا وسیع رکھنا ہے کہ مقررہ مدت میں اس کا احاطہ ناممکن ہو جائے۔ تیسری غلطی ماخذ دیکھے بغیر موضوع پکا کر لینا ہے؛ بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ اصل مواد کسی نایاب مخطوطے یا غیر ملکی کتب خانے میں ہے۔ چوتھی غلطی خاکے کو اتنا سخت باندھ لینا ہے کہ تحقیق کے دوران سامنے آنے والے اہم نئے نکتے کی گنجائش ہی نہ رہے۔ ان غلطیوں کا علاج یہی ہے کہ ہر مرحلے پر نگران اور اہلِ علم سے مشورہ کیا جائے، خاکے کو ابتدائی شکل میں لچک دار رکھا جائے اور باقاعدہ جائزہ لے کر اسے بہتر بنایا جائے۔

نتیجہ

مختصر یہ کہ موضوعِ تحقیق کا انتخاب دلچسپی کے جائزے، ابتدائی مطالعے، مسئلے کی نشاندہی، حدود بندی، امکان پذیری کے جائزے اور عنوان سازی جیسے مراحل سے گزر کر مکمل ہوتا ہے۔ انہی مراحل کی پابندی موضوع کو قابلِ تحقیق بناتی ہے۔ اس کے بعد مؤثر خاکہ اس منتخب موضوع کو باب وار ترتیب، مناسب تناسب، وقتی منصوبہ اور جانچ کے

معیار دے کر تحقیق کو واقعی منظم بنا دیتا ہے۔ جس طالب علم نے یہ دو کام یعنی درست موضوع اور مضبوط خاکہ اچھی طرح کر لیے، اس کے لیے باقی تحقیق آسان اور پُر لطف ہو جاتی ہے؛ اور جس نے یہاں کوتاہی کی، اسے بعد کے ہر مرحلے میں دگنی محنت اور پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔

سوال نمبر 5: بنیادی اور ثانوی مآخذ کی نوعیت اور مناسب استعمال (20 نمبر)

سوال نمبر 5۔ بنیادی اور ثانوی مآخذ کی نوعیت کو بیان کریں اور واضح کریں کہ تحقیق میں ان کا مناسب استعمال کیوں ضروری ہے؟ (20)

تعارف

تحقیق کی عمارت جس مواد پر کھڑی ہوتی ہے اسے مآخذ یا مصادر کہا جاتا ہے۔ مآخذ کی پہچان اور ان کا درست استعمال محقق کی بنیادی مہارتوں میں سے ہے۔ علمی روایت میں مآخذ کو عام طور پر دو بڑی قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے: بنیادی مآخذ اور ثانوی مآخذ۔ بنیادی مآخذ اصل اور اوّلین ذرائع ہیں جن سے معلومات براہِ راست حاصل ہوتی ہیں، جبکہ ثانوی مآخذ وہ تصانیف ہیں جو بنیادی مآخذ کی بنیاد پر لکھی گئیں، یعنی ان میں اصل مواد کی شرح، تجزیہ یا ترسیل موجود ہوتی ہے۔ دونوں کی اپنی نوعیت، خوبی اور حد ہے، اور تحقیق کا معیار اسی پر منحصر ہے کہ محقق کس مآخذ کو کس درجے میں اور کس انداز سے استعمال کرتا ہے۔ اس جواب میں دونوں قسموں کی نوعیت اور اقسام بیان کی جائیں گی، ان کا تقابلی فرق واضح کیا جائے گا اور آخر میں بتایا جائے گا کہ ان کا مناسب استعمال کیوں ضروری ہے۔

بنیادی مآخذ کی نوعیت اور اقسام

بنیادی مآخذ وہ اصل ذرائع ہیں جو کسی واقعے، متن یا شخصیت سے براہِ راست متعلق ہوں اور جن کے درمیان اور حقیقت کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہو۔ اسلامی علوم میں قرآن مجید اور کتبِ حدیث کے اصل متون، فقہاء کے بنیادی متون، مصنفین کی اصل تصانیف، مخطوطات، فرامین و دستاویزات، کتبے، سکے اور عینی شاہدین کے بیانات بنیادی مآخذ شمار ہوتے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی خوبی اصالت ہے؛ محقق خود اصل عبارت دیکھتا ہے، اس کے سیاق سے واقف ہوتا ہے اور دوسروں کی تشریح کے بغیر اپنی رائے قائم کر سکتا

ہے۔ تاہم بعض اوقات بنیادی مآخذ مشکل زبان، قدیم اسلوب یا نایاب صورت میں ہوتے ہیں، اس لیے ان سے استفادے کے لیے محقق کو خاص اہلیت، لغت و اصطلاحات سے واقفیت اور صبر درکار ہوتا ہے۔ بعض موضوعات میں بنیادی ماخذ تک رسائی ہی تحقیق کا اصل کارنامہ ہوتی ہے۔

ثانوی مآخذ کی نوعیت اور اقسام

ثانوی مآخذ وہ تصانیف اور ذرائع ہیں جو بنیادی مآخذ کے مطالعے کی بنیاد پر تیار کیے گئے ہوں۔ شروح و حواشی، تفاسیر کی بعدی تشریحی کاوشیں، تاریخ و سوانح کی مؤلفات، انسائیکلوپیڈیے، لغات، جدید تحقیقی مضامین، مقالات اور درسی کتابیں اسی زمرے میں آتی ہیں۔ ثانوی مآخذ کی خوبی یہ ہے کہ یہ مشکل مواد کو آسان بنا دیتے ہیں، مختلف آراء کا تقابل پیش کرتے ہیں اور محقق کو میدان کی مجموعی صورت حال سے آگاہ کرتے ہیں۔ لیکن ان کی حد یہ ہے کہ ان میں مؤلف کی رائے، منتخب مواد اور بعض اوقات غلطی بھی شامل ہو سکتی ہے۔ اس لیے ثانوی ماخذ کو آخری حجت سمجھنا درست نہیں؛ اصل قول کے لیے بنیادی ماخذ کی طرف رجوع ضروری ہوتا ہے۔ اچھا محقق ثانوی مآخذ سے رہنمائی لیتا ہے مگر فیصلہ بنیادی ماخذ کی روشنی میں کرتا ہے۔

جدول 1: بنیادی اور ثانوی مآخذ کا تقابلی جائزہ

پہلو	بنیادی مآخذ	ثانوی مآخذ
نوعیت	اصل اور اوّلین ذریعہ؛ حقیقت سے براہ راست متعلق	اصل کی بنیاد پر تیار کردہ شرح، تجزیہ یا مجموعہ
مثالیں	اصل متون، مخطوطات، دستاویزات، عینی شہادت	شروح، جدید کتب، مضامین، انسائیکلوپیڈیے
قوت	اصالت اور براہ راست ثبوت	آسانی، تقابل اور میدان کا جائزہ
حد	مشکل زبان و اسلوب؛ رسائی دشوار ہو سکتی ہے	مؤلف کی رائے اور ممکنہ غلطی شامل ہو سکتی ہے
استعمال	استدلال اور فیصلہ کن دعووں کی بنیاد	رہنمائی، پس منظر اور تقابلی مطالعہ

مناسب استعمال کیوں ضروری ہے؟ پہلی وجہ: اصالت اور اعتبار

مناسب استعمال کی پہلی وجہ تحقیق کی اصالت اور اعتبار ہے۔ اگر محقق ثانوی مآخذ ہی پر اکتفا کرے اور دعوے بھی انہی کے حوالے سے کرے تو اس کی تحقیق نقل در نقل بن جاتی ہے؛ اس میں غلطی بھی وہی آ جاتی ہے جو پہلے مؤلف سے ہوئی تھی اور قاری اصل دلیل سے محروم رہتا ہے۔ اس کے برعکس جب فیصلہ کن مقامات پر بنیادی ماخذ کا براہ راست حوالہ دیا جائے تو تحقیق کو وہ استناد حاصل ہوتا ہے جس کی توقع علمی حلقوں میں کی جاتی ہے۔ اسلامی علوم میں یہ نکتہ اور بھی اہم ہے، کیونکہ قول کو اس کے قائل کی اصل عبارت سے ثابت کرنا اس روایت کی امانت ہے۔ اسی لیے جامعات کی تحقیقی ضوابط میں بنیادی آ عذ کا مخصوص تعداد اور ان کا براہ راست استعمال شرط کے طور پر رکھا جاتا ہے۔

دوسری و تیسری وجہ: توازن، گہرائی اور غلطی سے بچاؤ

دوسری وجہ توازن اور گہرائی ہے۔ صرف بنیادی مآخذ پر اکتفا کرنے والا محقق پچھلی علمی کاوشوں سے بے خبر رہ سکتا ہے اور وہی باتیں نئے سرے سے کہہ سکتا ہے جو پہلے کہی جا چکی ہیں؛ جبکہ صرف ثانوی مآخذ پر رہنے والا سطحی رہ جاتا ہے۔ دونوں کا درست تناسب تحقیق کو گہرائی بھی دیتا ہے اور تازگی بھی۔ تیسری وجہ غلطی اور تحریف سے بچاؤ ہے۔ جب محقق کسی قول کو اصل کتاب میں جا کر دیکھ لیتا ہے تو نقل کی غلطیاں، حوالے کی کوتاہیاں اور سیاق سے کٹی ہوئی عبارتیں پکڑ میں آ جاتی ہیں۔ چوتھی وجہ علمی امانت اور شفافیت ہے؛ کس بات کا ماخذ کیا ہے، یہ واضح ہونے سے قاری تصدیق بھی کر سکتا ہے اور آگے مطالعہ بھی۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ مناسب استعمال ہی سے محقق کی اپنی تربیت ہوتی ہے؛ وہ اصل متون سے براہ راست رشتہ قائم کرنا سیکھتا ہے جو اس کے پورے علمی سفر کا سرمایہ بنتا ہے۔

استعمال کے عملی اصول

عملی طور پر چند اصول اس مناسب استعمال کو یقینی بناتے ہیں۔ ایک، مطالعے کا آغاز ثانوی مآخذ سے کر کے میدان کی سمجھ حاصل کریں، مگر ہر اہم دعویٰ بنیادی ماخذ سے تصدیق کر کے لکھیں۔ دو، حوالہ دیتے وقت کتاب کا نام، جلد و صفحہ اور طبع کی تفصیل درست درج کریں تاکہ قاری اصل تک پہنچ سکے۔ تین، اقتباس لیتے وقت سیاق و سباق کا لحاظ رکھیں؛

آدھی عبارت نقل کر کے معنی بدل دینا علمی خیانت ہے۔ چار، مخطوطات اور نایاب نسخوں کی صورت میں ان کی حالت اور مصداقیت کا ذکر بھی کریں۔ پانچ، اگر بنیادی ماخذ دستیاب نہ ہو تو اس کی صراحت کر دیں کہ یہ قول فلاں ثانوی ماخذ کے واسطے سے نقل کیا گیا ہے؛ یہ دیانت کا تقاضا ہے۔ چھ، دونوں قسموں کے مآخذ کی الگ الگ فہرست مرتب کریں تاکہ قاری کو اندازہ ہو کہ تحقیق کن بنیادوں پر قائم ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ بنیادی مآخذ اصل اور اوّلین ذرائع ہیں جن سے تحقیق کو اصالت اور استناد ملتا ہے، جبکہ ثانوی مآخذ ان کی تشریح، ترتیب اور تقابل پیش کر کے محقق کی رہنمائی کرتے ہیں۔ دونوں اپنی جگہ ناگزیر ہیں؛ اصل فیصلہ بنیادی ماخذ سے اور راستے کی رہنمائی ثانوی مآخذ سے لینا ہی مناسب استعمال ہے۔ اس توازن سے تحقیق معتبر بھی بنتی ہے، گہری بھی اور غلطیوں سے محفوظ بھی رہتی ہے۔ جو محقق اس فن میں مہارت حاصل کر لے، اس کی تحریر قاری کے دل میں اعتماد پیدا کرتی ہے، اور اسی اعتماد کو علمی دنیا میں تحقیق کی اصل قدر و قیمت سمجھا جاتا ہے۔